شریعت، طریقت اور اجتماعیت پر مبنی دینی شعور کا نقیب

ماہنامہ رحیمیہ لاہور

بانی: حضرت اقدس مولانا **شاہ سعید احمد رائے پوری** قدّس اللّٰہُ سِرّہٗ السّعید مسند نشین رابع خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور

مدیرِ اعلیٰ: حضرت اقدس مولانا مفتی **عبدالخالق آزاد رائے پوری** جانشین حضرت اقدس رائے پوری رابعؒ

اکتوبر 2023ء / ربیع الاوّل، ربیع الثانی ۱۴۴۵ھ • جلد نمبر 15، شمارہ نمبر 10 • قیمت: 30 روپے • سالانہ ممبرشپ: 350 روپے

مجلس ادارت

سرپرست: ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن

صدر: مفتی عبدالمتین نعمانی

مدیر: محمد عباس شاد

ترتیبِ مضامین

- شیطانی قوتوں سے فکر و عمل سیکھنے کے بُرے نتائج
- علمائے دین کا دنیا پرستوں کی قربت کا نتیجہ (1)
- حضرت بَراء بن عازب انصاری رضی اللہ عنہ
- پاکستان کے سامراجی نظام کے آلۂ کار محافظ طبقے
- مختلف اوقات اور حالات کی دعائیں (5)
- خلافتِ بنوعباس کے بانیان
- ڈالر کی آنکھ مچولی
- سربراہی اجلاس معاشی گروپ 20
- اللہ تعالیٰ کی ذات' اس عالم گیر نظام کا مرکز اور محور ہے
- اللہ سے محبت اور رسولؐ سے عشق' دین کی بنیاد ہے
- عشق و محبتِ حقیقی کے انسانی زندگی پر اثرات
- ماہِ ربیع الاوّل اور محبتِ رسولؐ کے تقاضے
- حضرت مولانا حاجی سیّد محمد عابد حسین دیوبندیؒ
- تقریبِ رونمائی ''مقالاتِ معیشت''
- دینی مسائل

ارشادِ گرامی

حضرت اقدس مولانا **شاہ عبدالقادر** رائے پوری قدس سرہ مسند نشینِ ثانی خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور

لکھنؤ کے (ایک) مولوی صاحب نے (حضرت رائے پوریؒ سے) ذکر و شغل کے سلسلے کے بعض مسائل دریافت کیے۔ حضرت اقدسؒ نے (ان کے جواب کے ضمن میں) فرمایا کہ:

''جب انسان اپنے نفس کو پالیتا ہے تو خدا تعالیٰ کو بھی پالیتا ہے۔ نفس کو پانے سے مراد نفس کی معرفت (یعنی اپنی تخلیق کے مقصد کو پانا) ہے۔ اور نفس کی معرفت سے اس کے پیدا کرنے والے (اللہ تعالیٰ) کی معرفت پیدا ہو جاتی ہے''۔

(اس موقع پر) چودھری رام لعل صاحب نے (اپنے خیال کی تصدیق کے لیے) دریافت کیا کہ خدا سے مانگنا اچھا ہے یا یہ سمجھ کر کہ اسے تو سب معلوم ہے، اس لیے کیا مانگیں، (لہٰذا اس سے) نہ مانگنا چاہیے؟ حضرت اقدس نے فرمایا کہ:

''(اللہ تعالیٰ سے) مانگنا اچھا ہے (کہ اس میں اظہار بندگی ہے۔)''

چودھری صاحب نے (تائید میں) عرض کیا کہ: (جی) ہاں! حدیث میں بھی ہے کہ:

''خدا مانگنے والے سے خوش اور نہ مانگنے والے سے ناراض ہوتا ہے۔'' (الترمذی: 2686)

(۱۵/ رمضان المبارک ۱۳۶۸ھ/ 12/ جولائی 1949ء/ بروز: منگل۔ مقام: رائے پور)

(ارشادات حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص: 396، طبع: رحیمیہ مطبوعات، لاہور)

رحیمیہ ہاؤس، 33/A کوئنز روڈ (شارع فاطمہ جناح) لاہور
0092-42-36307714,36369089-www.rahimia.org
Email: info@rahimia.org

رحیمیہ کا انگلش ایڈیشن ہماری ویب سائٹ پر پڑھا جا سکتا ہے۔

ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

شیطانی قوتوں سے فکروعمل سیکھنے کے بُرے نتائج

گزشتہ آیات (2-البقرہ: 97 تا 101) میں بنی اسرائیل فکری گمراہی اور بدفہمی کی اجتماعیت اور سیاسی کردار کا ذکر تھا۔ وہ تورات کے جن احکاماتِ الٰہی پر ایمان لانے کے دعوے دار تھے، انھی کی خلاف ورزی شروع کی۔ اس طرح انبیا علیہم السلام کی تعلیمات کے فکروعمل کی خلاف ورزی کے مرتکب ہو رہے تھے۔

اس آیت (102 حصہ اوّل) میں یہ حقیقت واضح کی جا رہی ہے کہ جب بنی اسرائیل اللہ کی طرف سے نازل ہونے والی کتاب کو مکمل طور پر چھوڑ چکے تو زندگی بسر کرنے کے لیے ایسے اُمور کو اختیار کرنے لگے جو حق و باطل کی آمیزش لیے ہوئے تھے۔ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ وحیِ الٰہی کی ہدایات اور شیطانی خیالات اور جادوگری کو باہم خلط ملط کر دیا تھا۔ وہ سوسائٹی میں تفریق و انتشار پیدا کرنے کی بُری عملیات میں مبتلا تھے:

وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ۚ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ (اور پیچھے ہو لیے اس علم کے جو پڑھتے تھے شیطان، سلیمان کی بادشاہت کے وقت، اور کفر نہیں کیا سلیمان نے، لیکن شیطانوں نے کفر کیا، کہ سکھلاتے تھے لوگوں کو جادو): جب کوئی قوم اپنی تسلیم کردہ کتاب آئین سے روگردانی کرتی ہے اور سیاسی بدفہمی، اجتماعی بدعملی اور معاشی ظلم و ناانصافی کو اپنا وطیرہ بنا لیتی ہے تو ابہامات پر مبنی علوم و تصورات میں اُلجھ کر رہ جاتی ہے۔ وہ ایسا علمی منہج اختیار کرتی ہے جو خلافِ حقیقت و دین اور خلافِ عقل و شعور ہوتا ہے۔ اُن کی علمی اور عملی سطح انتہائی پست ہو جاتی ہے۔

انبیا علیہم السلام کے سچے علوم و افکار کا منبع، اعلیٰ درجے کے فرشتوں پر مشتمل ''ملاءِ اعلیٰ'' ہوتا ہے۔ جب کہ ارضیاتی اور سماوی سطح پر نچلی سطح کے فرشتوں کے ساتھ ساتھ شیطانی جنات کے علوم و افکار بھی اپنا کام کرتے ہیں۔ کائنات کے عالمِ مثال کی نچلی سطح میں ایسے شیطانی علوم و افکار پائے جاتے ہیں، جن کے پیدا کردہ اثرات کو ''سحر'' سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ جب کوئی قوم انبیا علیہم السلام کے اعلیٰ علوم سے روگردانی کرتی ہے تو اس طرح خواہشات لیے ہوئے پست علوم اور شیطانوں کے پیدا کردہ سِفلی افکار کے زیرِ اثر سحر زدہ ہو جاتی ہے۔ اور پھر ظلم و ستم پر مبنی تفریقِ انسانیت کا کام کرتی ہے۔

بنی اسرائیل نے انبیا علیہم السلام کے ساتھ پختہ معاہدے کے باوجود اُن کے علوم کو پسِ پشت ڈالا تو پھر شیطانی علوم پر مبنی جادوٹونے سیکھنے لگے۔ اس طرح بنی اسرائیل میں دو طرح سے جادوٹونے کا علم پھیل گیا۔ اس آیت میں پہلا سبب بیان کیا جا رہا ہے۔

حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ فرماتے ہیں: ''سحر (ان) لوگوں میں دو طرف سے پھیلا: ایک حضرت سلیمانؑ کے عہد میں۔ چوں کہ جنات اور آدمی ملے جلے رہتے تھے تو آدمیوں نے شیطانوں سے سحر سیکھا اور نسبت (منسوب) کر دیا حضرت سلیمانؑ کی طرف، کہ ہم کو انھیں سے پہنچا ہے، اور ان کو حکم (حضرت سلیمانؑ کی حکومت) جن اور انس پر اسی کے زور سے تھا۔ سو اللہ تعالیٰ نے فرما دیا کہ: ''یہ کام کفر کا ہے، سلیمان کا نہیں''۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے بڑے بڑے طاقت ور جنات مسخر کر کے بڑے اجتماعی کام کروائے تھے۔ اور ایسا مستحکم سیاسی نظامِ حکومت بنایا تھا کہ جس میں انسانیت کی خدمت کے لیے طاقت ور جنات اور فرعونی نظام میں کام کرنے والے مضبوط ڈیل ڈول کے لوگوں سے کام لیا جاتا تھا، جب کہ بنی اسرائیل کے لوگوں سے معزز اور شریفانہ کام لیے جاتے تھے۔ اس طرح بنی اسرائیلی افراد اور جنات کی جماعتوں کے درمیان باہم تعلقات پیدا ہوئے۔ حضرت سلیمانؑ کے بعد انھوں نے شیطانی جنات سے انسان دشمن علوم و افکار سیکھنے شروع کر دیے۔ ایسے علوم جو اجتماعیت کے بجائے لوگوں کے درمیان لڑائی پیدا کریں اور میاں بیوی کے درمیان تفرقہ اور انتشار پیدا کریں۔ بعد میں انھوں نے ان پست علوم کی نسبت حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف کر دی۔ جس کی تردید اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس آیت میں بیان کی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام تو سچے علوم کے وارث ہیں، وہ ایسا نہیں کر سکتے۔ بلکہ شیاطین نے لوگوں کو جادوٹونے کا یہ علم سکھایا۔

وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ ۭ وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ۭ (اور اس علم کے پیچھے ہو لیے جو اُترا دو فرشتوں پر شہر بابل میں، جن کا نام ہاروت اور ماروت ہے۔ اور نہیں سکھاتے تھے وہ دونوں فرشتے کسی کو جب تک یہ نہ کہہ دیتے کہ ہم تو آزمائش کے لیے ہیں، سو تو کافر مت ہو): بنی اسرائیل نے جادو پر مبنی علوم و افکار پہلے تو شیاطین سے سیکھے تھے اور دوسرے انھوں نے اس علم کو دو فرشتوں؛ ہاروت اور ماروت سے سیکھا تھا۔ حضرت شیخ الہند فرماتے ہیں: ''دوسرے (جادو) پھیلا ہاروت ماروت کی طرف سے، وہ دو فرشتے تھے، شہر بابل میں بہ صورتِ آدمی رہتے تھے، ان کو علمِ سحر معلوم تھا۔ جو کوئی طالب اس (جادو) کا جاتا، اوّل اس کو روک دیتے کہ اس میں ایمان جاتا رہے گا''۔

اس طرح بنی اسرائیل نے شیاطین سے سیکھے ہوئے علوم اور فرشتوں سے سیکھے ہوئے علوم کو باہم ملا کر غلط افکار و اعمال کی اتباع کی۔ یوں اُن میں فکری گمراہی پیدا ہوئی اور ظلم اور ناانصافی پر مبنی بدعملی نے راہ پائی۔ شیطانی اور رحمانی علوم آپس میں خلط ملط ہونے سے تحریف پیدا ہوتی ہے۔ اس طرح الٰہی قوانین کو بھی شیطانی مقاصد کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ پھر وہ مرد اور عورت کے درمیان محبت و بغض، لوگوں کے درمیان دشمنی اور لڑائی پیدا کرانے کے لیے عملیات، تعویذ گنڈوں اور جھاڑ پھونک میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور اسی طرح کی عملیات کو اپنا دین بنا لیتے ہیں۔ حال آں کہ اس طرح کے شیطانی علوم و افکار کے زیرِ اثر آیاتِ الٰہیہ کو غلط مقاصد کے لیے استعمال کرنا بہت بڑا جرم ہے۔

مولانا عبیداللہ سندھیؒ فرماتے ہیں: ''ہمارے ملک (ہندوپاک) میں اسی طرح کی تحریفات پر مبنی عملیات عام طور پر ائمہ مساجد اور گاؤں دیہاتوں کے علما میں پائی جاتی ہیں، یہ لوگ ایسی ہی عملیات کے ذریعے عام لوگوں سے پیسے بٹورتے ہیں اور لوگوں کو دین کی اصل تعلیمات سے دُور رکھتے ہیں''۔

از: مولانا ڈاکٹر محمد ناصر، جھنگ

علمائے دین کا دنیاپرستوں کی قربت کا نتیجہ 1

عَن ابنِ عباس رضی اللہ عنہما، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ:

''إِنَّ أُنَاسًا مِنْ أُمَّتِي سَيَتَفَقَّهُوْنَ فِي الدِّيْنِ، وَ يَقْرَءُ وْنَ الْقُرْآنَ، وَيَقُوْلُوْنَ: نَأْتِي الْأُمَرَاءَ فَنُصِيبُ مِنْ دُنْيَاهُمْ، وَ نَعْتَزِلُهُمْ بِدِيْنِنَا، وَ لَا يَكُوْنُ ذٰلِكَ كَمَا لَا يُجْتَنٰى مِنَ الْقَتَادِ إِلَّا الشَّوْكُ، كَذٰلِكَ لَايُجْتَنٰى مِنْ قُرْبِهِمْ إِلَّا...''. قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ: كَأَنَّهُ يَعْنِي: الْخَطَايَا.

(السّنن لابن ماجة، حديث: 255)

(حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''میری اُمت کے کچھ لوگ دین کا علم خوب حاصل کریں گے اور قرآن پڑھیں گے اور کہیں گے کہ ہم دنیا کے حکمرانوں اور مال دار لوگوں سے مل کر ان سے دنیا کی چیزیں لیتے ہیں اور اپنے دین کو ان سے بچا کر رکھتے ہیں، مگر واقع میں اس طرح نہیں ہوتا، بلکہ جیسے کانٹے دار درخت سے سوائے کانٹوں کے کچھ حاصل نہیں ہوتا، اسی طرح دنیا والوں کی قربت سے کچھ حاصل نہیں ہوتا، سوائے....'' راوی محمد بن صباح کہتے ہیں: گویا کہ سوائے گناہوں کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔) اس حدیث کی روشنی میں دو اُمور توجہ طلب ہیں:

(1) اہلِ دین کو دنیادار حکمرانوں سے ایسی قربت اختیار نہیں کرنی چاہیے کہ جس سے ان کے اَثرات ان پر غالب آجائیں۔ اہلِ دین کا دنیاپرست حکمرانوں کے پاس تواتر سے جانا آنا اور ان سے خصوصی مراسم رکھنا خطرے سے خالی نہیں۔ اس کی وَجہ یہ ہے کہ ان لوگوں کی مجلسوں میں عموماً دُنیوی اغراض اور خواہش پرستی کے اُمور زیرِ بحث آتے رہتے ہیں۔ ایسے ماحول میں دین دار انسان کے بیٹھنے سے اندیشہ ہے کہ وہ اپنی دینی سرگرمیوں سے دور ہو کر ان جیسے منفی طرزِ عمل کا شکار ہوجائے۔ سرمایہ پرستی اور دنیاپرستی میں ملوث ہو کر اپنی دینی ذمہ داری کی ادائیگی سے دست کش ہوجائے۔

ایسا عالم دنیاداروں کے دروازوں پر بیٹھ کر دینی علم کو بے توقیر کرتا ہے۔ جب کوئی شخص دینی علم کے فروغ اور اس کی تعلیم و تربیت کو زندگی کا مشن بناتا ہے تو اس کے ساتھ دین کی شناخت، تعارف اور وقار وابستہ ہوجاتا ہے۔ اَب اس کو اپنی اس نسبت کے تحفظ کی خاطر ایسی مجلسوں سے دور رہنا چاہیے جو اس نسبت کے لیے نامناسب ہوں۔ ورنہ وہ دینی فکر و نظریے کے وقار کی توہین کروانے کا مرتکب ہوگا اور دین کو بدنام کرنے کا باعث ہوگا۔ ایسا عالم خود بھی کسی صورت نقصان سے نہ بچ پائے گا۔

نبی ﷺ نے اس بات کو ایک مثال سے سمجھایا کہ اگر کوئی شخص کانٹے دار درخت سے اُلجھتا ہے تو جیسے اس کے کپڑے اور جسم نقصان سے محفوظ نہیں رہ سکتے، اسی طرح دنیاپرستوں کی قربت سے کوئی دین دار اپنے دین کو نقصان سے نہیں بچا سکتا۔ اس قربت سے دین کے غلبے کی جدوجہد کو نقصان پہنچتا ہے۔ (جاری ہے)

مولانا قاضی محمد یوسف، حسن ابدال

حضرت بَرَاء بن عازب انصاری رضی اللہ عنہ

حضرت بَرَاء بن عازب رضی اللہ عنہ کا نام ''بَراء''، کنیت ''ابو عمّارہ'' اور خاندان ''حارثہ'' ہے۔ آپؓ کے والد حضرت عازبؓ بھی صحابی تھے۔ آپؓ شہ سوار، فقیہ، عالم دین، فاتح و کامیاب تاجر اور اصحابِ بیعتِ رضوان میں سے تھے۔ آپؓ علومِ نبوت سے آراستہ علمی و اَخلاقی تربیت کے حامل اور غلبۂ دین کے بین الاقوامی مشاہدات کے براہِ راست شریک تھے۔ آپؓ کے ماموں حضرت ابوبُردہ بن نیارؓ ''عقبہ'' میں بیعت کر چکے تھے۔ مدینہ منورہ میں آپؓ سے پہلے آپؓ کے ماموں اور والد مسلمان ہو چکے تھے۔ آپؓ نے ان ہی دونوں خاندانوں (دَدھیال و ننھیال) میں تربیت پائی تھی۔ قبولِ اسلام کے بعد آپؓ دین کے احکام و مسائل کے سیکھنے میں مصروف ہوگئے۔

مدینہ میں حضرت مصعب بن عمیرؓ اور حضرت ابن مکتومؓ کی درس گاہ' کتاب و سنت کا مرکز بنی ہوئی تھی، حضرت بَرَاءؓ نے بھی وہیں تعلیم حاصل کی۔ بچپن میں ہی آپؓ محبتِ قرآن سے سرشار تھے۔ غزوۂ بدر کے موقع پر آپؓ اگرچہ کم عمر تھے، تاہم جوشِ ایمان عین شباب پر تھا۔ بدر میں شرکت کی اجازت کے لیے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؐ نے انھیں لڑائی کے قابل نہ سمجھ کر واپس بھیج دیا۔ آپؓ پندرہ سال کی عمر میں غزوۂ اُحد میں شریک ہوئے۔ اسی طرح غزوۂ خندق، صلح حدیبیہ اور غزوۂ خیبر میں بھی آپؓ شریک رہے۔ حضرت علیؓ کے دور میں آپؓ ان کے زیرکمان جنگوں میں شریک رہے۔

حضرت بَرَاء بن عازبؓ فضلا صحابہؓ میں سے تھے۔ حدیث کی نشر و اشاعت اور روایت میں خاص احتیاط رکھتے تھے۔ کتبِ حدیث میں آپؓ کی روایت کردہ 315 احادیث موجود ہیں۔ غزوۂ طائف کے بعد آں حضرت ﷺ نے آپؓ کو حضرت خالدؓ کے ہمراہ یمن روانہ کیا۔ واپسی پر حضرت براءؓ یمن میں ہی ٹھہر گئے اور دین حق کی دعوت اور تعلیم و تربیت کے حوالے سے عملی طور پر وہاں لمبا عرصہ کام کیا۔ آپؓ کی دعوت کی محنت سے قبیلہ ''ہمدان'' مسلمان ہوا، جس پر حضور ﷺ نے خوشی کا اظہار کیا۔

۲۴ھ میں آپؓ نے رے فتح کیا اور اس کے گورنر بنائے گئے۔ اہل قزوین آپ کے اَخلاق و ہمدردی اور فیاضی سے اتنا متأثر ہوئے کہ سب نے اسلام قبول کرلیا۔ پھر دیلم کیلان، ببر اور طیلسان زنجان وغیرہ شہروں کو فتح کیا۔ الغرض! حضرت بَرَاء بن عازبؓ نے ہر جگہ کامیابیوں کے جھنڈے گاڑے۔

آپؓ حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد مستقل طور پر کوفہ میں علمی و تربیتی سرگرمیوں میں مصروف ہوگئے۔ آپؓ کوفہ کے علمی مرکز کے معلم و مربی اور احادیث نبویہ پڑھانے کے حوالے سے مسندِ حدیث پر فائز رہے۔ کوفہ میں ایک مکان بنایا اور وہیں سکونت اختیار کی۔ ۷۲ھ میں آپ مدینہ منورہ کے سفر پر تھے کہ وہیں انتقال فرمایا اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔

پاکستان کے سامراجی نظام کے آلۂ کار محافظ طبقے

پاکستانی سیاست و معاشرہ آج جس ہیجانی کیفیت سے دوچار ہے یہ ع

نصف صدی کا قصہ ہے دوچار برس کی بات نہیں!

اس خرابیٔ بِسیار کے پیچھے بہت گہرے عوامل ہیں، لیکن ہماری سیاست و صحافت کا مزاج جذباتی اور عجلت پسندی کا ہے۔ اس میں ہمارے ہاں کے سلگتے مسائل کے پیچھے اصل اسباب سے پردہ نہیں اُٹھایا جاتا، بلکہ صرف بالائی سطح پر تیرنے والی چیزوں کو ہی دیکھا اور موضوعِ بحث بنایا جاتا ہے۔ جس کے نتیجے میں موجود کسی بھی صورتِ حال کے پیچھے برسوں سے پنپنے والے عوامل ہمارے پیشِ نظر نہیں رہتے۔ حال آں کہ یہ مسائل یک دم پیدا نہیں ہوئے، ان مسائل کی اپنی ایک تاریخ ہے اور یہ ہمارے برسوں کے کردار سے جڑے ہوئے ہیں۔ ع

وقت کرتا ہے پرورش برسوں
حادثہ ایک دم نہیں ہوتا

ہماری ریاست و سیاست میں موجود بے چینی کے پیچھے ایک بڑا گہرا عامل وہ طبقے ہیں جنھیں اس خطے سے واپس ہوتے ہوئے استعمار ہمارے اوپر مسلط کر گیا تھا۔ پون صدی سے وہی طبقات ہماری تقدیر کے مالک بنے ہوئے ہیں۔ ہماری سیاست، ریاست اور معیشت اِنھیں کے قبضے میں ہے، البتہ وقتاً فوقتاً مسلط نظام میں ان کی پوزیشن بدلتی رہتی ہے، جس کے سبب ان کے بیانات بدل جاتے ہیں یا وہ بیان جو پہلے اُدھر والے دیتے تھے اب اِدھر والے دینے لگ جاتے ہیں۔ جب اِدھر والے اُدھر والوں کے سابق بیانوں جیسے بیان دینے لگ جائیں تو اس کا مطلب ہوتا ہے کہ عوام کی آنکھوں میں دُھول جھونکنے کا نیا دور شروع ہوا چاہتا ہے، جس میں صورتِ حال کی خرابی اور نظام کا جبر جوں کا توں رہے گا، البتہ خرابیوں کے خالق اور نظام کے سہولت کار بدلے جا رہے ہیں۔

یہ کام کبھی تحریکِ عدمِ اعتماد سے اِن ہاؤس تبدیلی سے کیا جاتا ہے، کبھی نا اہلی کے عدالتی فیصلے سے، کبھی نئے الیکشن کے ذریعے اور کبھی اعلانیہ اور غیر اعلانیہ مارشل لا لگا کر نظام کی زندگی کو بچایا جاتا ہے۔ ان سارے مراحل میں مسائل کے حل کے نئے ویژن، کڑا اِحتساب، اسلام کے نفاذ، جمہوریت کی بالادستی، رول آف لاء، کرپشن کے ناسور کا خاتمہ، حتیٰ کہ تبدیلی اور انقلاب کے چورن عوام کو مسلسل بیچے جاتے رہتے ہیں۔ میڈیا کی حمایت خرید کر اس سے مستقل بنیادوں پر پراپیگنڈہ بھی جاری رہتا ہے، تا کہ عوام کو بے وقوف بنانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا جائے۔ یہ طبقے قوم کی نبض پر ہاتھ رکھتے ہیں، جس وقت بے چینی کی جو وجہ ہوتی ہے اسے موضوعِ بحث بنا لیا جاتا ہے۔ جیسے آج کل معیشت کی خرابی اپنی آخری حدوں کو چھو رہی ہے تو یہ کہتے ہیں کہ ہم پہلے معیشت ٹھیک کریں گے، حال آں کہ معیشت کبھی بھی ٹھیک نہیں رہی اور انھیں معیشت ٹھیک کرنے سے کسی نے روکا بھی نہیں، لیکن انھوں نے عوام کی معیشت کبھی ٹھیک نہیں ہونے دی، حال آں کہ معیشت کی منزل اگر عوام کی فلاح نہ ہو تو کبھی امن، سلامتی اور خوش حالی نہیں لائی جا سکتی۔

تمام ریاستی ادارے انھیں طبقوں کے زیرِ اثر ہیں۔ ان طبقوں نے سارے اداروں کو اپنے مفاد کے تابع کیا ہوا ہے اور پورا نظام ان کے ہاتھ یرغمال بن چکا ہے۔ یہی الیکشن میں اپنی مرضی کے نتائج لیتے ہیں۔ یہی اپنے پسند کے لوگوں کو حقِ حکمرانی سونپتے ہیں۔ اِنھیں کے حسبِ خواہش عدالتوں میں بیٹھے منصف فیصلے سناتے ہیں۔ اِنھیں کی طرف سے آئین اور قانون کی تشریحات کا سہارا لے کر اپنے طبقاتی تسلط کو قانونی جواز فراہم کیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عدالتوں سے اس طبقے کے حق میں فیصلے آتے ہیں۔ ان کے لیے قانون مکڑی کا جالا، جب کہ غریب طبقے کے لیے قانون آہنی شکنجہ ثابت ہوتا ہے۔

انھیں طبقوں نے نیب قوانین تبدیل کیے، اپنے مخصوص طبقاتی مفادات پر مبنی نئے قوانین بنائے اور ترامیم کیں۔ الیکٹرانک ووٹنگ مشین کے فیصلے کو ریورس کیا۔ اوورسیز کے حقِ انتخاب کو چھینا۔ انھیں طبقوں نے کبھی آئین توڑا تو کبھی اسمبلیاں توڑیں، حتیٰ کہ ملک تک توڑ دیا۔ یہ نہیں توڑتے تو آئی پی پی اور آئی ایم ایف سے ہوئے عوام دشمن معاہدے توڑنے کی جرأت نہیں کرتے، حتیٰ کہ ملک کے مفاد اور عوام کے حق کے خلاف ہوئے کسی معاہدے اور قانون کو منسوخ کرنے کو تیار نہیں ہیں۔

ملک میں ساری مراعات انھیں طبقوں کو حاصل ہیں۔ آپ اگر قانون ساز اداروں کی قانونی سازی کی تاریخ کا جائزہ لیں گے تو آپ اس حقیقت کا انکار نہیں کر سکتے کہ بیش تر قانون سازی انھیں طبقوں کے لیے ہوئی ہے۔ وہ ادارے جن کا جمہوری نظام میں کردار عوام کے فلاح اور ترقی سے عبارت ہوتا ہے، پاکستانی نظام میں یہ ادارے اپنی روح سے خالی انھیں طبقوں کے مفادات کے سہولت کار بنے ہوئے ہیں۔ سیکیورٹی، سڑکیں، تعلیم اور علاج کی سہولیات اسی طبقے کو حاصل ہیں۔ مفت بجلی و گیس کے ماہانہ یونٹ، پیٹرول کے سینکڑوں لیٹرز اِنھیں طبقوں کے لیے خاص ہیں، جب کہ ٹیکسز کا سارا نظام عوام کی محنت کو چوس جاتا ہے۔ ٹیکس نیٹ میں صرف عوام آتے ہیں اور یہ امیر طبقہ عوام کے ٹیکس پر نظام میں سہولتیں حاصل کرتا ہے۔ منافع بخش مالی جرائم کا سارا نظام انھیں طبقوں کے گرد گھومتا ہے۔ پورا کرنسی کنٹرول و سمگلنگ اور رِشوت کا نظام یہی طبقے چلا رہے ہیں۔ یہ طبقے اسی کرپٹ نظام کے ذریعے عالمی سطح کے اپنے ہم جنس طبقوں سے جڑے ہوئے ہیں، جو عالمی سطح کے استحصالی نظام کو چلا رہے ہیں۔

ان طبقوں کا اپنی قوم کے ساتھ حکمران اور شہری کے رشتے کے بجائے آقا اور غلام کا رشتہ ہے۔ اسی اصول پر یہ سارا نظام کھڑا ہے۔ ریاست پاکستان کے ہر ادارے میں یہ طبقے موجود ہیں۔ ہر ادارے میں دو ہی طبقے ہیں؛ ایک ان استحصالی طبقوں کا نمائندہ اور دوسرا عوام کا طبقہ۔ اس صورتِ حال نے قوم کی بنیادوں کو ہلا کے رکھ دیا ہے۔

ان استحصالی طبقوں کو اگر ہم کسی ایک عنوان کے تحت لانا چاہیں تو اسے ''عوام دشمن'' طبقہ کہہ سکتے ہیں۔ یہ پورے نظام میں ایسے سرایت کیے ہوئے ہیں، جیسے انسانی جسم میں کینسر زدہ خون گردش کرتا ہے۔ اسی طبقے کی بہت سی اکائیوں سے جو وجود تیار ہوا ہے، اسے ہی ہم ''فاسد نظام'' کہتے ہیں، جس میں مفادِ عامہ کے نظم و ضبط کی کوئی صلاحیت نہیں۔ (مدیر)

افکارِ شاہ ولی اللہؒ

مترجم: مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری

مختلف اوقات اور حالات کی دعائیں 5

امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ ''حُجّةُ اللّٰهِ البالغه'' میں فرماتے ہیں:

(چھینک آنے کی دعا)

''جب چھینک آئے تو یہ دعا پڑھے: ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا'' (جامع ترمذی، حدیث:404) (تمام تعریفیں اللہ کے لیے، بہت زیادہ پاکیزہ برکت والی)۔ اور چھینکنے والے ساتھی کے لیے چھینک آنے پر یہ دعا کرے: ''يَرْحَمُكَ اللّٰهُ'' (اللہ تجھ پر رحم کرے)۔ (رواہ البخاری، مشکوٰۃ، حدیث:4733)

اور وہ اُس کے جواب میں یہ کہے: ''يَهْدِيْكُمُ اللّٰهُ وَ يُصْلِحُ بَالَكُمْ'' (اللہ تمھیں ہدایت دے اور تمھاری حالت درست کردے) (رواہ البخاری، مشکوٰۃ، حدیث:4733)

(سونے کی دعا)

جب سونے لگے تو یہ دعا پڑھے: ''اَللّٰهُمَّ ! بِاسْمِكَ أَمُوتُ وَ أَحْيَا''. (رواہ البخاری، مشکوٰۃ:2382) (اے اللہ! میں تیرے ہی نام سے سوتا اور جاگتا ہوں)۔

(نیند سے بیدار ہونے کی دعا)

اور جب نیند سے بیدار ہو تو یہ دعا پڑھے: ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَحْيَانَا بَعْدَ مَا أَمَاتَنَا وَإِلَيْهِ النُّشُوْرُ''. (رواہ البخاری، مشکوٰۃ:2382) (ہر قسم کی تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے ہمیں مارنے (سونے) کے بعد زندہ کیا (جگایا) اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے)۔

(اذان کے وقت کی دعا)

شرعی طور پر اذان کے وقت درج ذیل پانچ چیزیں ہیں:

1۔ مؤذن نے اذان کے جو الفاظ کہے ہیں، اذان سننے والا اُنھیں دُہرائے اور ''حَيَّ عَلَى الصَّلَاة'' (آؤ نماز کی طرف) اور ''حَيَّ عَلَى الْفَلَاح'' (آؤ کامیابی کی طرف) سننے پر ''لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ'' (اللہ تبارک و تعالیٰ کے سوا کوئی طاقت اور قوت نہیں رکھتا) پڑھے۔ (رواہ مسلم، مشکوٰۃ، حدیث:658)

2۔ یہ دعا پڑھے: ''رَضِيتُ بِاللّٰهِ رَبًّا، وَ بِمُحَمَّدٍ رَسُوْلًا، وَ بِالْإِسْلَامِ دِيْنًا'' (رواہ مسلم، حدیث:851) (میں راضی ہوں اس پر کہ اللہ تعالیٰ ربّ ہے، اور اسلام ہمارا دین ہے، اور محمد ﷺ ہمارے رسول ہیں)۔

3۔ نبی اکرم ﷺ پر درودِ پاک پڑھے۔ (رواہ مسلم، مشکوٰۃ، حدیث:657)

4۔ یہ دعا پڑھے: ''اَللّٰهُمَّ ! رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ، وَالصَّلَاةِ الْقَائِمَةِ، آتِ مُحَمَّدًا الْوَسِيلَةَ وَالْفَضِيلَةَ، وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَحْمُودًا الَّذِي وَعَدْتَهُ، إِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيعَادَ''. (رواہ البخاری، مشکوٰۃ، حدیث:659) (اے اللہ! اس دعوتِ کامل اور قائم ہونے والی نماز کے رب! محمد ﷺ کو وسیلہ وفضیلت عطا فرما، اور انھیں مقامِ محمود پر فائز فرما، جس کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے۔ بے شک تُو اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا)۔

5۔ اللہ سے اپنی آخرت اور دنیا کی بھلائی کا سوال کرے۔ (نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اذان اور اقامت کے درمیان مانگی گئی دُعا رَد نہیں کی جاتی''۔) (رواہ ابوداود والترمذی، مشکوٰۃ، حدیث:671)

(ذوالحج کے ابتدائی دس دنوں کے اذکار)

نبی اکرم ﷺ نے ذوالحج کے ابتدائی عشرے میں کثرت سے ذکر کرنے کا حکم دیا ہے۔ (حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''کوئی دن اللہ تعالیٰ کو اتنا محبوب نہیں کہ جس میں اللہ کی عبادت اور خشوع و خضوع اختیار کیا گیا ہو، جتنا ذوالحج کے ابتدائی دس دن اللہ کو محبوب ہیں''۔ (رواہ الترمذی، حدیث: 758 وابن ماجہ، حدیث: 1728، ومشکوٰۃ ص 128۔)

نیز نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ کے نزدیک ذوالحج کے ابتدائی دس دنوں سے زیادہ افضل کوئی دن نہیں ہے اور نہ ہی ان دنوں میں کیے گئے عمل سے زیادہ محبوب ترین عمل اور کوئی ہے۔ چناں چہ تم ان دنوں میں کثرت سے کلمہ طیبہ، اَللّٰهُ اَكْبَر اور اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ پڑھا کرو''۔) (رواہ البیهقی، الدر المنثور، ج:6، حدیث:345)

(ایامِ تشریق میں تکبیرات کہنا)

صحابہ کرامؓ، تابعینؒ اور ائمہ مجتہدینؒ سے پورے تواتر اور تسلسل کے ساتھ مروی ہے کہ ایامِ تشریق میں تکبیراتِ تشریق درج ذیل طریقے پر پڑھی جائیں:

نوویں ذوالحج عرفہ کے دن کی نمازِ فجر سے لے کر ایامِ تشریق کے آخری دن (۱۳/ ذوالحج) کی عصر کی نماز تک ہر نماز کے بعد یہ تکبیرات پڑھے:

''اَللّٰهُ اَكْبَر، اَللّٰهُ اَكْبَر، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَ اللّٰهُ اَكْبَر، اَللّٰهُ اَكْبَر، وَلِلّٰهِ الْحَمْد''. (اللہ بہت بڑا ہے، اللہ بہت بڑا ہے، اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، اور اللہ بہت بڑا ہے، اللہ بہت بڑا ہے، اور اللہ کے لیے ہی ہر طرح کی تعریف ہے۔)

(نماز کی دعائیں)

نماز وغیرہ میں پڑھی جانے والی دعاؤں کی تفصیل پیچھے بیان کی جا چکی ہیں۔ اُن دعاؤں کو نماز میں پڑھنا اپنا معمول بنائیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ جس آدمی نے ان دس اذکار پر مستقل مزاجی سے عمل کیا اور حضور ﷺ کے بیان کردہ حالات میں ان دعاؤں کے پڑھنے کی پابندی کی اور ان کے معنی پر غور و فکر کیا، تو وہ آدمی گویا کہ ایسا ہے جس نے ہر وقت اللہ کا ذکر کیا اور وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی اس بشارت میں: ''اللہ کا ذکر کثرت سے کرنے والے مرد اور اللہ کا کثرت سے ذکر کرنے والی عورتوں''۔ (33-الاحزاب:35) میں شامل ہو گیا۔ اور اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے۔ (باب الأذكار و ما يتعلّق بها)

خلافتِ بنوعباس کے بانیان

خلافتِ بنوعباس کے بانی دو بھائی ابو العباس سفاح اور ابوجعفر منصور ہیں۔ ابوالعباس ''سفاح'' کنیت ولقب سے معروف ہیں، جب کہ ان کا نام عبداللہ بن محمد ہے۔خلافتِ بنوعباس کا آغاز ۱۳۲ ہجری/750 عیسوی میں ہوا۔ ۶۵۶ھ/1258ء میں ہلاکو خان کے حملے کے ذریعے اس خلافت کا خاتمہ ہوا۔اس خلافت کا دورانیہ 5 سو سال سے کچھ زائد عرصے پر مشتمل ہے۔اس طویل دورانیے میں تقریباً 37 حکمران برسرِاقتدار آئے۔ابوجعفر عبداللہ منصور تقریباً 22 برس اقتدار پر فائز رہے۔انھوں نے ہی دریائے دجلہ کے کنارے ایک شہر آباد کیا، جس کو 'بغداد' کے نام سے پکارا جاتا ہے۔یہ شہر خلافتِ بنوعباس کا دارالحکومت قرار پایا۔ابوجعفر منصور کے والد محمد نے ان کی تعلیم کا خصوصی بندوبست کیا تھا۔چناں چہ انھوں نے علمِ حدیث، فقہ وادب اور علم الانساب میں خصوصی مہارت حاصل کی۔وہ غضب کے خطیب بھی تھے۔حکمت ودانش ان کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی۔

ابوجعفر منصور اپنے بھائی ابوالعباس سفاح کے اقتدار کے زمانے میں آذربائیجان اور آرمینیا کے گورنر رہے۔اپنے بھائی سفاح کے بعد جب خود خلیفہ بنے تو ان کو بہت سے مسائل کا سامنا کرنا پڑا۔انھوں نے بغاوتوں کو فرو کیا۔عباسی خلافت کو مضبوط ومستحکم کیا۔ اسی استحکام کا نتیجہ تھا کہ ان کے جانشینوں نے عظیم الشان کارنامے انجام دیے۔منصور نے اپنے جانشین کو ایسی حکومت سپرد کی؛ جس کا خزانہ بھرا ہوا تھا۔امن وامان سے لوگ مطمئن تھے۔تجارت ترقی پذیر، معاشی خوش حالی اور ریاست مستحکم تھی۔منصور خود صاحبِ علم وفضل تھا، اس لیے اس کے دور میں علم وادب کی بھی خوب ترقی ہوئی۔جلیل القدر محدثین اور فقہا کا تعلق بھی انھیں کے دور سے ہے۔امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام سفیان ثوریؒ، عبداللہ بن مبارکؒ، امام ابویوسفؒ جیسے مشاہیر نے ان کے دور میں حدیث اور فقہ کی جمع وتدوین کی۔

امیر المومنین ابوجعفر عبداللہ منصور کے بارے میں ایک عام واقعہ مشہور ہے کہ انھوں نے امام ابوحنیفہؒ کو عہدۂ قضا پیش کیا۔امام صاحبؒ نے وہ عہدہ قبول نہیں کیا، جس پر انھیں قید کی سزا دی گئی اور کوڑے لگائے گئے۔ یہ واقعہ تین سو سال بعد صرف خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں لکھا ہے، جو درایت کی کسوٹی پر پورا نہیں اُترتا۔ اس لیے کہ خدانخواستہ اگر اس طرح کا واقعہ ہوا ہوتا تو ان کے حاضر باش شاگردوں خصوصاً امام محمدؒ، امام ابویوسفؒ اور امام زُفرؒ وغیرہ میں سے کوئی تو نقل کرتا، جب کہ انھوں نے آپؒ کے تمام علمی ذخیرے کو مرتب کیا ہے، لیکن اس طرح کا کوئی واقعہ انھوں نے کہیں ذکر نہیں کیا۔شاگردوں سے زیادہ اپنے استاد کا حال اَور کون جان سکتا ہے۔ بقیہ: صفحہ 12 پر

ڈالر کی آنکھ مچولی

رواں ماہ؛ معیشت کے بارے میں کچھ اچھی خبریں آئی ہیں، جن میں سب سے اہم؛ ڈالر کے مقابلے میں روپے کی قدر میں بہتری ہے اور اس قدر میں استحکام دراصل حوصلہ افزا ہے۔حکومت کی جانب سے مؤثر نگرانی کے عمل کی وجہ سے کرنسی مارکیٹس میں غیر قانونی لین دین کا حجم قدرے کم ہوتا چلا گیا۔نتیجتاً اس عمل سے سٹہ اور ڈالر میں سرمایہ کاری کا سلسلہ ختم ہو گیا اور یوں ڈالر گرتا چلا گیا۔حکومتوں کا کام دراصل ایسے غیر معمولی رُجحان کو توازن میں رکھنا ہوتا ہے، لیکن بدقسمتی سے ہمارے ملک میں یہ کام ہمیں اُس وقت سوجھتا ہے، جب تک بھاری نقصان ہو چکا ہوتا ہے۔

اب کہا جا رہا ہے کہ اس ڈالر کو 250 روپے تک لایا جائے گا۔یوں ہماری پریشانیوں کا حل ہمارے سامنے ہوگا۔یہ ایک درست تجزیہ نہیں ہے۔اگر یہ کہا جائے کہ ہم نے دس اہم اقدامات میں سے صرف ایک قدم اٹھایا ہے تو بے جا نہ ہوگا۔ایسا بھی نہیں ہے کہ باقی اقدامات کی عدمِ موجودگی میں یا کمزور عمل درآمد کی صورت میں یہ قدم اکیلا ہی نتائج دیتا رہے گا، بلکہ ایسے میں عین ممکن ہے کہ کرنسی مارکیٹس پر سختی دراصل ایک نئی تباہی کو دعوت دے اور روپیہ گراوٹ کے تمام ریکارڈ توڑ دے۔اس لیے کچھ اہم اقدامات ایسے ہیں جو صورتِ حال میں بہتری لا سکتے ہیں، لیکن ہماری ناسمجھ و نااہل مقتدرہ محض نظری کارکردگی کو ہی اصل مانتے ہوئے دراصل اسے ہی کامیابی گردان رہی ہے۔

اہم یہ ہے کہ حکومتی اخراجات میں کمی لائی جائے، تاکہ حکومتی قرض لینے کی رفتار کم ہو۔یہ عمل مقامی سطح پر افراطِ زر کو کم کرے گا، لیکن حقیقت میں گزشتہ دو ماہ میں 1205 ارب روپے قرض لیا گیا ہے، جب کہ پچھلے سال اس مدت کے دوران 242 ارب روپے لیے گئے تھے۔گویا افراطِ زر میں اضافہ لازم ہے۔اس کے علاوہ بیرونی سطح پر تجارت کے توازن کو بہتری کی طرف لانے کی ضرورت ہے۔

اس حوالے سے رواں سال کے دو ماہ میں خاطر خواہ کمی ریکارڈ کی گئی ہے اور تجارتی خسارہ 6.5 ارب ڈالر سے کم ہو کر 4 ارب ڈالر تک آ گیا ہے، لیکن اس کی بڑی وجہ روپے کی بے قدری اور مقامی سطح پر ایندھن کی قیمتوں میں ہوش رُبا اضافہ تھا، جس کی وجہ سے ایندھن سے متعلق درآمدات میں ایک تہائی کی کمی واقع ہو چکی ہے۔گویا پیداوار میں کمی لازم ہے اور اس کے نتیجے میں بے روزگاری میں اضافہ ہوگا۔چناں چہ ہماری صنعتی پیداوار میں 10 فی صد کم ریکارڈ کی جا چکی ہے۔ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ ہماری برآمدات بڑھتیں، لیکن اس مدت کے دوران ملکی برآمدات میں پچاس کروڑ ڈالر کی کمی واقع ہوئی ہے، جو مؤثر منصوبہ بندی کے فقدان کو ظاہر کرتا ہے۔اس عمل میں برآمدات اور بیرون ملک مقیم پاکستانیوں کی ترسیلاتِ زر مثبت اثر ڈال سکتی ہیں، لیکن رواں مالی سال کے دو ماہ میں اس مد میں 20 فی صد کی کمی ریکارڈ کی جا چکی ہے۔ بقیہ: صفحہ 12 پر

مرزا محمد رمضان، راولپنڈی

سربراہی اجلاس معاشی گروپ 20

فورم کی نوعیت کچھ بھی ہو، جس عالمی تشکیل کا عملی مظہر ہو، اس کا استعمال سیاسی ہی ہوتا ہے۔ 1999ء میں قائم ہونے والا یہ فورم ایشیائی مالیاتی بحران کا جائزہ لینے کے لیے وزرائے مالیات اور مرکزی بینکوں کے گورنرز نے وضع کیا تھا۔ بعد میں استعمار نے اپنے مذموم مقاصد کی بھینٹ چڑھانا شروع کر دیا، جو آج تک جاری و ساری ہے۔

9، 10/ ستمبر 2023ء کو جی 20 کا دو روزہ سربراہی اجلاس بھارتی دارالحکومت نئی دلّی میں نوتعمیر شدہ بین الاقوامی کنونشن سنٹر ''بھارت منڈپم'' میں منعقد ہوا۔ امریکی صدر جو بائیڈن کے علاوہ برطانوی وزیراعظم رشی سونک اجلاس میں شریک ہوئے۔ واضح رہے کہ چینی صدر شی جن پنگ نے شرکت سے معذرت کر لی تھی، ان کی جگہ چینی وزیراعظم لی چیانگ اجلاس میں شریک ہوئے۔ البتہ روسی صدر ولادیمیر پیوٹن کی جگہ وزیرخارجہ سرگئی لاروف نے شرکت کی۔ سعودی ولی عہد محمد بن سلمان اور بھارتی وزیراعظم نریندر مودی نے سرمایہ کاری فورم کی میزبانی کی۔ سرمایہ کاری فورم میں کیمیکلز، انرجی، مینوفیکچرنگ اور ٹیکنالوجی پراجیکٹس پر توجہ مرکوز کی گئی۔ سعودی وزارتِ سرمایہ کاری کے مطابق سرمایہ کاری فورم کا مقصد تیل پر انحصار کے ساتھ ساتھ معیشت میں تنوع کی کوشش کرنا ہے۔ اجلاس کے موقع پر سعودی عرب کے ساتھ امریکا، بھارت اور یو اے ای کے رہنماؤں نے ایک نئے انفراسٹرکچر کی تعمیر کے منصوبے کو حتمی شکل دی۔ جس کے تحت یورپ، خلیجی اور عرب ممالک ریلوے اور بندرگاہوں کے ذریعے بھارت سے جڑ سکیں گے۔ اجلاس کا بنیادی خیال وہی تھا جو وزرائے خارجہ کے اجلاس میں منظور ہوا تھا: ''وسودیوا کوٹم بکم'' (Vasudhaiva Kutumbakam)، جس کے معنی ہیں: ایک زمین، ایک خاندان اور ایک مستقبل۔ اجلاس کا پہلا سیشن 'ایک زمین' کے موضوع پر تھا، جب کہ دوسرا سیشن 'ایک خاندان' کے عنوان پر اور تیسرا سیشن 'ایک مستقبل' کے مرکزی خیال' پر مبنی تھا۔ اجلاس کی انتظامیہ نے پورے اجلاس کو اسی مناسبت سے چلایا، جس سے اجلاسات کی تاریخ کا ایک طاقت ور تصور اُبھر کر سامنے آیا۔

یہ اجلاس ایشیا کے ایک بڑے ملک میں منعقد ہو رہا تھا، اس لیے ایشائی طاقتوں نے اسے کامیاب بنانے کی بہترین حکمتِ عملی وضع کی۔ یورپ کے دو اہم ملک برطانیہ اور امریکا بھی اجلاس میں شریک ہو رہے تھے، جو روس کے خلاف یوکرین میں جنگ لڑ رہے ہیں۔ امریکا چین کی ''ون چائنہ'' پالیسی کی خلاف ورزیاں کر رہا ہے۔ دوسری طرف پورے مغرب کو ساتھ ملا کر روس کو شکست سے دوچار کرنے کے لیے یوکرین کو جنگی ساز و سامان اور مشورے دے رہا ہے۔ اس لیے دونوں ملکوں کے سربراہان نے شرکت نہ کر کے اپنے غم اور غصے کا اظہار بھی کر دیا ہے۔ چوں کہ اجلاس ایشیا میں منعقد ہو رہا تھا اور میزبانی برکس (BRICS) اور ایس سی او (SCO) کے رُکن ملک کے پاس تھی، اس لیے اسے کامیاب کرنا بھی مقصود تھا، لیکن اس کے ساتھ ساتھ مغرب کی اختیار کردہ منافقانہ پالیسی کے خلاف اپنے رویے کا اظہار کرنا بھی مقصود تھا۔ لہٰذا اس طرح اپنے نمائندے بھیج کر اپنی ذمہ داری بھی پوری کر دی ہے۔

گزشتہ سال یہی اجلاس جب انڈونیشیا کے دارالحکومت بالی میں منعقد ہوا تھا تو یوکرینی صدر زیلنسکی جو اس اجلاس کا رکن نہیں ہے، مغربی طاقتوں کو خوش کرنے کے لیے اس کو نہ صرف دعوت دی گئی، بلکہ پورے پروٹوکول کے ساتھ اجلاس میں اس کی شرکت بھی کروائی گئی۔ جس سے انڈونیشیا پر مغربی طاقتوں کے اثرورسوخ کا اندازہ ہوتا ہے۔ آج جب یہی اجلاس دہلی میں منعقد ہوا ہے تو زیلنسکی نہ صرف شریک نہیں ہوا، بلکہ اسے مدعو تک نہیں کیا گیا۔ اس سے انڈیا کی آزاد خارجہ پالیسی اور عالمی سطح پر بالادستی کا اظہار ہوتا ہے، جب کہ اسی اجلاس میں ایشیا کے کئی چھوٹے چھوٹے ممالک کو بہ طورِ مہمان اجلاس میں شریک کروایا گیا۔ اس موقع پر کسی نے بھارتی وزیرخارجہ سے سوال کیا کہ بالی اور دہلی کے اجلاس میں کیا فرق ہے؟ وزیرخارجہ نے کہا: "Bali was Bali, New Delhi is New Delhi" (بالی بالی تھا اور دہلی دہلی ہے)۔

روس اور چین نے اجلاس میں شرکت نہ کر کے امریکا اور برطانیہ کے منصوبوں کو خاک میں ملا دیا۔ کیوں کہ دونوں ایک طرف یوکرین میں روس کے خلاف جنگ میں ملوث ہیں تو دوسری طرف انھیں کے ساتھ بیٹھ کر عالمی معاشی مسائل پر رائے زنی کرنا، مثبت رویے کا اظہار تھا۔ پھر امریکا چین کے خلاف ایشیا پیسفک میں جنگی ماحول پروان چڑھا رہا ہے۔ اجلاس میں سعودی عرب کو بڑی اہمیت دی گئی۔ اسے مشرقی طاقتوں سے دور کرنے کے لیے مغرب کے ساتھ جوڑنے کے ہتھکنڈے اختیار کیے گئے۔ چین کے منصوبے بیلٹ اینڈ روڈ انیشی ایٹو (Belt and Road Initiative) جو آج 155 ملکوں میں جاری ہے، کی اہمیت کو کم کرنے کے لیے ایک نئے منصوبے کو زیرِبحث لایا گیا ہے، جس کی اعلامیے میں منظوری بھی دی گئی۔ اس کی پروپیگنڈے سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں، کیوں کہ یہ فورم کوئی آئینی حیثیت کا حامل نہیں ہے اور نہ ہی اس کے پاس فیصلوں کا اختیار ہے۔ یہ منصوبہ بھارت سے شروع ہو کر سعودی عرب کو ملاتے ہوئے اسرائیل کے ذریعے یورپ کو جوڑے گا۔ چوں کہ چین نے ہی سعودی عرب اور ایران کے تعلقات کو بحال کروایا تھا، اس لیے چین کے لیے مسائل پیدا کرنا مقصود تھا، جسے تمام متعلقہ فریق خوب بھانپ سکتے ہیں۔ آج کی سعودی قیادت ان معاملات سے بہ خوبی آگاہ ہے، اس لیے وہ ان مواقع سے خوب فائدہ اٹھا رہی ہے۔ استعمار جو کل تک ایشیائی ممالک کے ساتھ سیاسی انداز سے معاملات کرنے کی بجائے طاقت، دھونس اور دھاندلی کی بنیاد پر کرتا تھا، آج ایشیائی طاقتوں کی حکمتِ عملی کی بہت بڑی کامیابی ہے کہ وہ اپنا طریقۂ کار تبدیل کرنے پر مجبور ہو گیا ہے۔ جنگِ یوکرین نے ایف اے ٹی ایف کو بھی بے اثر کر دیا ہے، اجلاس میں جس کا کوئی ذکر نہیں ہوا۔ استعمار کے بنائے ہوئے فورم نے بحث مباحثہ، گفتگو اور سیر و سیاحت کی نوعیت اختیار کر لی ہے۔

رپورٹ: سیّد نفیس مبارک ہمدانی، لاہور

اللہ تعالیٰ کی ذات؛ اس عالم گیر نظام کا مرکز اور محور ہے

۱۰؍ ربیع الاوّل ۱۴۴۴ھ / 7؍ اکتوبر 2022ء کو حضرت اقدس مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری مدظلہٗ نے ادارہ رحیمیہ لاہور میں خطبہ جمعۃ المبارک دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''معزز دوستو! دینِ اسلام کی بنیادی تعلیمات میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت اور عشق کا ایک مسلمان کے دل میں ہونا بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ دین نام ہی محبتِ خداوندی اور محبتِ رسولؐ کا ہے۔ ہر دین کی ایک محبوب چیز ہوتی ہے اور ایک مبغوض اور قابلِ نفرت۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''دین محبت رکھنے اور بغض رکھنے کے سوا کچھ نہیں ہے''۔ (مستدرک الحاکم) یعنی دین وہ ہے کہ انسان جس سے محبت رکھتا ہے اس کے مطابق عملی نظام نافذ کرتا ہے اور جس سے بغض رکھتا ہے اس کے عمل سے نفرت اور علیحدگی اختیار کرتا ہے۔ دنیا میں انسانی معاشرے جس بنیادی فکر پر استوار ہوتے ہیں، اس فکر کے ماننے والے اس سے محبت رکھتے اور اُسے پوجتے ہیں اور اس کے مخالف چیزوں سے بغض اور عداوت رکھتے ہیں۔

امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں کہ انسانی ملتیں یا تو طبیعاتی قوانین کے تحت اپنے معاشرے تشکیل دیتی ہیں یا گردشِ افلاک اور علمِ نجوم کے تحت اپنے معاشرے بناتی ہیں، یا کرہ ارض پر موجود طبیعیاتی خواص رکھنے والی چیزوں سے محبت کی بنیاد پر معاشرے تشکیل دیے جاتے ہیں، جیسے کیپٹل سے محبت رکھنے والے لوگ کیپٹل ازم بنائے ہوئے ہیں۔ سرمایہ سے انھیں محبت ہے اور ہر وہ چیز جو سرمائے کے مخالف ہو، اس سے انھیں بغض ہے۔ ان کے مقابلے میں جتنے بھی فلسفے بنے ہیں وہ اس کے ردعمل میں عقلی بنیادوں پر نظام بنائے ہوئے ہیں۔ وہ عقل بھی عقلِ معاشی ہے، اس کی اساس پر جو اچھی چیزیں ہیں اس کے مطابق اپنا سیاسی، معاشی، سماجی نظام سوشل ازم نے استوار کیا ہے۔

دین اسلام کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ حضرت ابراہیمؑ کی ملت پر استوار ہوا۔ اس ملت کی اساسیات نہ گردشِ افلاک پر ہیں اور نہ محض سرمایہ اور دولت ہیں، نہ طبیعیاتی خواص پر ہیں، نہ محض عقل کی بنیاد پر تراشے ہوئے فلسفے ہیں، یہ سب تابع ہیں اس عالمگیر نظام کے جو اس کرہ ارض اور افلاک و نجوم سے بالاتر ذات باری تعالیٰ نے فرشتوں کی اساس پر ملاء اعلیٰ کی صورت میں ایک کائناتی نظام استوار کیا ہے۔ گویا کہ ذات باری تعالیٰ اس عالم گیر نظام کا مرکز اور محور ہے۔ اسی کا نام توحید ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے ارشاد ''دین محبت رکھنے اور بغض رکھنے کے سوا کچھ نہیں ہے'' سے مراد یہ ہے کہ آپ کی محبت کا مرکز پتھر، بت، پیسہ یا محض کوئی عقل نہیں، بلکہ ذاتِ باری تعالیٰ ہے۔ اور ذاتِ باری تعالیٰ سے محبت کا تقاضا اُس کے دنیا میں نمائندوں؛ انبیا علیہم السلام بالخصوص رسول اللہ ﷺ سے محبت کرنا ہے۔ اس محبت کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور آپؐ کے احکامات کے متضاد اور مخالف اُمور سے نفرت اور بغض ہو اور ان سے بچا جائے''۔

اللہ سے محبت اور رسول سے عشق؛ دین کی بنیاد ہے

حضرت آزاد رائے پوری مدظلہٗ نے مزید فرمایا:

''رسول اللہ ﷺ سے محبت اور عشق؛ اللہ تعالیٰ سے محبت، عشق اور تعلق کا ذریعہ ہے۔ یہ دین کی بنیاد ہے۔ اگر محبتِ رسول اور عشقِ رسول نہیں ہے تو دین نہیں ہے۔

محبت اور عشق کسے کہتے ہیں؟ یہ سمجھنا ضروری ہے۔ انسانی نفس بہیمیت اور مَلَکیت کی بنیاد پر ایک منفرد فرد کے طور پر وجود میں آیا ہے۔ محبت؛ انسانی نفس کا ایک انفعالی جذبہ ہے۔ اس میں یہ انفعالی کیفیت تب پیدا ہوتی ہے کہ جب وہ اپنے حواسِ خمسہ (دیکھنے، سننے، چھونے، سونگھنے، چکھنے) سے کسی چیز کا مشاہدہ کر کے اُسے پسند کرے۔ یہ کیفیت ''محبت'' کہلاتی ہے۔ جب اس انفعالی کیفیت میں ایسا جوش پیدا ہو کہ آپ کی تمام عقلی و عملی قوتوں کو اپنی گرفت میں لے لے، اس چیز کا حسن دل و دماغ پر اس طرح مسلط ہو جائے کہ انسان کے جسم کی سر سے پاؤں تک تمام قوتیں؛ دل و دماغ، عقل و فکر، اعضائے بدن؛ ہاتھ، پاؤں، آنکھیں اس چیز کے پیچھے دیوانہ وار دوڑ پڑیں اور اس کے حصول کے لیے راستے کی تمام رکاوٹیں توڑتے ہوئے اپنی منزل مقصود تک پہنچ جائے، یعنی محبت کی انفعالی کیفیت جب اپنی انتہا پر پہنچ جائے تو اسے ''عشق'' کہتے ہیں۔

امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں کہ انسانی قلب کے بہت سارے افعال ہیں۔ ایک فعل اور حکم ''عقل'' ہے کہ جس سے آپ نے شعور حاصل کیا، ایک فعل اور حکم ''عشق'' ہے، جس سے اس عقلی چیز کو پورے جسم پر طاری کر لیا۔ اور جو کچھ عقل و شعور سے معلوم ہوا ہے اسے مقصدِ زندگی بنا کر دیوانہ وار اس کے پیچھے لگ گیا۔ اس انفعالی کیفیت میں منفعِل کو ''محبّ'' کہتے ہیں، جس کے حسن کا شعور حاصل ہوا ہے اسے ''محبوب'' کہتے ہیں۔ محبّ اور محبوب کے تعلق کا نام ہی ''محبت'' ہے۔ یہ محبت دنیا میں انسان اپنی استعداد اور ماحول کے مطابق کرتا ہے۔ کسی کو ''کیپٹل'' سے محبت ہے تو کسی کو ''جدلیت'' سے، کوئی جنسی محبت میں مبتلا ہے تو کوئی کسی لیڈر کی مردانہ وجاہت کا اسیر ہے۔ کسی کو کسی بت، پتھر، لکشمی دیوی یا گنگا و جمنا سے محبت ہے۔ جب محبت کا یہ انفعالی جذبہ انسان کے وجود پر طاری ہو گیا تو وہ اس کے علاوہ باقی تمام چیزوں کو ناپسند کرتا ہے۔ اس لیے محبت اور عشق انسان کو اندھا بنا دیتے ہیں۔ مؤمن وہ ہے جو یہ محبت اور عشق عقل و شعور کی بنیاد پر کرتا ہے۔

عشق ایک ایسی چیز ہے جس کا تعلق قلب سے ہے اور اسے چھپا کر رکھا جاتا ہے۔ کوئی عاشق اپنے عشق کا لوگوں کے سامنے اظہار نہیں کرتا۔ اس کی حرکات و سکنات اور عمل سے پتہ چلتا ہے کہ یہ عاشق ہے۔ یہ تب پتہ چلے گا جب وہ محبوب کے کاموں کی اتباع کرے گا۔ محبوب کی نقل اتارے گا۔ کیوں کہ عشق اور محبت ایک وجدانی کیفیت ہے، اس کیفیت کا زبان سے شور مچانے سے اظہار نہیں ہوتا۔ جو شور مچاتا ہے وہ محبت کرنے والا نہیں ہوتا، بلکہ محبت تو وجدانی جذبہ اور انفعالی کیفیت ہے کہ جس کے نتیجے میں انسان اپنے محبوب کی اتباع کے لیے ہر طرح کی تکلیف برداشت کرتا اور ہر طرح کی رُکاوٹ پھلانگنے کو تیار ہوتا ہے۔

عشق و محبتِ حقیقی کے انسانی زندگی پر اثرات

حضرت آزاد رائے پوری مدظلہٗ نے مزید فرمایا:

’’رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ سے عشق تھا، جس کے نتیجے میں آپؐ نے اپنے تیئس سالہ دورِ نبوت میں غلبۂ دین کے مقصد کو حاصل کرنے کے لیے تن من دھن کی قربانی دی اور دین کے قومی اور بین الاقوامی غلبے کا ہدف حاصل کیا۔ عشقِ خداوندی کے عملی اظہار کے لیے قرآن حکیم نے سورت المدثر میں رسول اللہ ﷺ کو بتلایا کہ غارِ حرا میں اختیار کی جانے والی تنہائی مکمل ہوئی، اب باہر میدان میں نکلو اور ایک ایک نوجوان کو محبت کرنے کا طریقہ سکھاؤ، ان کو بتلاؤ کہ محبت کیا ہوتی ہے۔ ظالموں کو ڈراؤ۔ اپنے جذبات پر کنٹرول کرو۔

عشقِ الٰہی کی آگ نبی اکرم ﷺ کے سینے میں دہک رہی ہے کہ کسی طریقے سے دین انسانوں تک پہنچ جائے۔ اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے کہا: صبر سے کام لو۔ جماعت تیار کرو، اس میں اعلیٰ اخلاق پیدا کرو، صبر و استقامت کا مظاہرہ کرو، جذباتیت کا عمل دخل نہیں ہونا چاہیے، تحمل سے ٹھوس بنیادوں پر کام کرنا ہے۔ عشق اور محبت کی اس آگ کو صحابہؓ کے قلوب میں منتقل کرنا ہے، انھیں محبت کا درست طریقہ سکھانا ہے۔ ورنہ جذباتی محبت کا رسمی اظہار تو مشرکینِ مکہ بھی اللہ سے کرتے تھے۔ بہ ظاہر محبت کے دعوے دار تھے، لیکن بتوں کے سامنے سجدہ کر کے سمجھ رہے تھے کہ یہ ہمیں اللہ تک پہنچائیں گے۔ آپؐ نے ایک ایک نوجوان کی عقل اور قلب میں دین کا حسن پیدا کرنا ہے، اس کی عقلی قوت کے مطابق دعوت دینی ہے، قلبی اور طبعی قوتوں کے اندر بھی اس محبت کا شعور پیدا کرنا ہے۔

یہ محبت عقلی اور نظریاتی ہے۔ یہ کبھی نظریے اور عقل کی طاقت اور قوت سے پیدا ہوتی ہے اور کبھی احساسات کے ذریعے سے انسانی شعور کا حصہ بنتی ہے۔ آپ ﷺ اپنے نفسِ قدسی صفات سے جب صحابہؓ کو دعوت دیتے ہیں تو آپؐ کی توجہ سے ان کے جسم پر ایک کیفیت طاری ہوتی ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ اپنی بہن پر تشدد کرنے کے لیے نفرت اور بغض سے بھرے ہوئے آئے، لیکن جب بہن نے کلامِ پاک کی آیات پڑھ کر سنائیں، تو اس کلام نے حضرت عمر فاروقؓ کے پورے وجود کو وجدانی طور پر اپنے احاطے میں لے لیا۔ کیوں کہ پہلے عقل و شعور کے ذریعے کبھی ایسا کلام نہیں سنا تھا۔ اس کلام کے اثرات تھے کہ نفرت کے احساسات ختم ہوگئے۔ ان کی جگہ پر سر سے پاؤں تک محبتِ خداوندی کا اثر پیدا ہوگیا۔ زندگی بدل گئی، کیفیت بدل گئی، عشق اور محبت کلامِ الٰہی سننے سے نبی اکرم ﷺ کی طرف کھینچ لایا۔ جیسے ہی نبی اکرم ﷺ نے کلمہ پڑھایا عمر فاروقؓ کی عقل روشن ہوگئی اور طبیعت اس کے مطابق ایک پیج پر آگئی تو عمر فاروق فرماتے ہیں کہ یا رسول اللہ! ہمیں خانہ کعبہ میں جا کر اعلان کرنا چاہیے۔ جب عمر فاروقؓ نے حرمِ مکی میں اپنے ایمان کا اعلان کیا تو مکے کے سردار پٹائی کرنے لگ گئے مار مار کے ادھ موا کر دیا، لیکن آپؓ دین سے نہیں ہٹے۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اللہ اور رسولؐ سے عشق ہوگیا تھا۔ کل تک حضور اکرم ﷺ سے بغض تھا اور جب دین قبول کیا اور محبت پیدا ہوئی تو کفر سے بغض اور نفرت پیدا ہوگئی۔ اسی طرح دیگر صحابہ کرامؓ کا حضور ﷺ سے عشق تھا‘‘۔

ماہِ ربیع الاوّل اور محبتِ رسولؐ کے تقاضے

حضرت آزاد رائے پوری مدظلہٗ نے مزید فرمایا:

’’ربیع الاوّل کے مہینے میں نبی اکرم ﷺ سے عشق اور محبت کے بہت سارے مظاہر دنیا بھر میں سامنے آتے ہیں۔ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ ’’فیوض الحرمین‘‘ میں اپنے حرمین شریفین کے سفر سے متعلق لکھتے ہیں کہ جب میں مدینہ منورہ پہنچا تو وہاں میلاد کے نام سے بہت سی رسومات ہوتی تھیں، صلوٰۃ و سلام اور دیگر چیزیں وہاں پڑھی جاتی تھیں۔ اس کے لیے محفلیں ہوتی تھیں، ہر آدمی اپنے عشق کے جذبے کا اظہار کسی نہ کسی انداز میں کرتا تھا۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں روضۂ اقدس پر حاضر تھا تو رسول اللہ ﷺ سے کچھ باتیں میرے قلب میں القا ہوئیں، جن میں سے ایک بات یہ تھی کہ یہ جو عام لوگ مجھ سے محبت اور عشق کے اظہار کے لیے کوئی رسم اختیار کرتے ہیں، ان کو برا بھلا مت کہا کرو۔ ان کے اس کہنے کا بھی ایک اثر ہوتا ہے۔ کیوں کہ عام آدمی مخلص ہوتا ہے، اسے کسی نے شعور نہیں دیا کہ اس کے اس عاشقانہ جذبے کے اظہار کا درست طریقۂ کار کیا ہے؟ وہ رسول اللہ ﷺ کی محبت میں اپنے اوپر طاری جذبے سے اپنی چاہت اور خوشی سے ایک کام کرتا ہے۔ عشق کا اظہار کرتا ہے۔ یہ تو رہنماؤں کا کام ہے کہ وہ اس کے عاشقانہ جذبے کا استحصال کرتے ہیں یا اسے سیدھا اور درست رخ دیتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ کا دعوت دینے، جماعت بنانے، انقلاب لانے، ریاست بنانے اور چلانے کا طریقہ یہ ہے کہ آپؐ سچی جماعت سے وابستہ ایک باشعور تربیت یافتہ اور عام سطح کے فرد دونوں کو ساتھ لے کر چلتے ہیں۔

دین کی دعوت دینے کے لیے بھی عشق ہونا ضروری ہے۔ جیسے ایک عاشق روٹی تو کھاتا ہے لیکن روٹی اس کا مقصدِ زندگی نہیں ہوتا، مل گئی مل گئی نہیں ملی تو نہیں سہی، کپڑے پہنتا ہے لیکن اس مجنوں کو کپڑوں کی پرواہ نہیں ہوتی، اسے تو اپنے عشق کی لگن ہوتی ہے۔ ایسے ہی داعی جب تک عاشق نہ ہو تو دعوت آگے نہیں پھیلتی۔ کیوں کہ جس مدعو کو آپ نے متاثر کرنا ہے، اس کی صرف عقل ہی نہیں اس کے جذبات کو بھی ڈسپلن میں لانا ہے۔ جب آپ کے جذبات کنٹرول میں ہوں گے تو اس کے جذبات پر اثر انداز ہوں گے۔

دعوت کا عمل رسول اللہ ﷺ کے قلب سے صحابہؓ کے قلب میں منتقل ہوا تو اُن کے وجود اور عقل میں بھی منتقل ہوا۔ صحابہؓ سے تابعینؒ، تابعینؒ سے تبع تابعینؒ اور اولیاء اللہ کے ذریعے سے آج تک چلا آ رہا ہے۔ ربیع الاوّل کا مہینہ رسول اللہ ﷺ کی محبت اور آپؐ کے تذکرے سے عبارت ہے۔ اس تذکرے میں سیرت کے اس دعوتی اور عشق و محبت کے پہلو کو اپنے سامنے رکھنا، عاشقانہ اور عاقلانہ طریقے سے والہانہ محبت سے دینِ اسلام کے پروگرام اور نظریے کو غالب کرنے کے لیے جد و جہد اور کوشش کرنا‘ بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سیرتِ نبویہؐ کے صحیح مقاصد و اہداف کو سمجھنے اور آپؐ سے عقل و شعور کی بنیاد پر سچی محبت اور سچا عشق کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین!)‘‘

حضرت مولانا حاجی سیّد محمد عابد حسین دیوبندیؒ

حضرت مولانا حاجی سیّد محمد عابد حسین دیوبندیؒ کا شمار برعظیم پاک و ہند کی عظیم درس گاہ دارالعلوم دیوبند کے بانیان میں ہوتا ہے۔ آپؒ کی پیدائش 1834ء میں دیوبند میں ہوئی۔ آپؒ کے والدِ گرامی سیّد عاشق علیؒ اپنے علاقے کی انتہائی معتبر شخصیت شمار کیے جاتے تھے۔ ان کا تعلق ساداتِ رضویہ سے تھا۔ ابتدائی تعلیم دیوبند ہی میں رہ کر حاصل کی۔ فارسی زبان میں دسترس حاصل کی۔ مزید تعلیم کے حصول کی غرض سے دہلی تشریف لے گئے۔ گھریلو نامساعد حالات اور والد کی علالت و وِصال کی وجہ سے تعلیم کے حصول میں مشکلات کا سامنا ضرور کرنا پڑا، لیکن شوق اور دلچسپی میں کمی نہ آنے دی۔ تصوف کے میدان میں مولانا ولایت علیؒ، میاں جی کریم بخش انصاری رام پوریؒ اور بعدازاں حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے اور اجازت حاصل کی۔

دیوبند شہر میں آپؒ کے خاندان کو بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ خاص طور پر آپؒ سے لوگوں کا عقیدت و احترام کا تعلق تھا۔ ''حاجی صاحبؒ دیوبند میں ذی وجاہت، صاحبِ اثر عابد زاہد ہستی تھے۔ آپؒ کی بزرگی کا سکہ دیوبند کے ہر خورد و کلاں، مرد و عورت، بچے اور بوڑھے کے دل پر تھا۔ ان کے روحانی فیض نے دیوبند اور اطراف و جوانب بلکہ دوسرے صوبوں کے لوگوں کے دلوں کو بھی مسخر کر رکھا تھا''۔ (انوارِ قاسمی)

مولاناؒ کی قوتِ فیصلہ بہت زیادہ مضبوط تھی۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب 1857ء کی جنگِ آزادی میں ہزاروں علمائے کرام کو شہید یا پابندِ سلاسل کر دیا گیا تو دیگر اکابرین کے ساتھ ساتھ آپؒ بھی بہت زیادہ بے چین تھے۔ ایک جانب حریت و آزادی کے جذبے سے سرشار رُفقا کی تیاری کا چیلنج اور دوسری جانب علمِ دین کی دولت سے معمور علمائے کرام کی ضرورت۔ اس کمی کو پورا کرنے کے لیے آپؒ نے مولانا محمد قاسم نانوتویؒ سے خط و کتابت بھی فرمائی اور ایک مرکز کے قیام کے لیے خود کو وقف بھی کر دیا۔ دارالعلوم دیوبند کے قیام کے سلسلے میں آپؒ کی قوتِ فیصلہ نے بڑا اہم کردار ادا کیا۔ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے میرٹھ سے درس و تدریس کی غرض سے مولوی محمودؒ کو حاجی صاحب موصوفؒ کی خدمت میں دیوبند اپنی طرف سے 15 روپے تنخواہ کے ساتھ بھیجا، تاکہ تعلیم کا باقاعدہ آغاز ہو سکے۔ مولانا ذوالفقار علی دیوبندیؒ نے اپنے صاحب زادے محمود حسنؒ کو سب سے پہلے یہاں تعلیم حاصل کرنے کے لیے بھیجا جو بعد میں ''شیخ الہند'' کہلائے۔ اس طرح موصوفؒ کی مساعی کی بدولت دیوبند میں ایک انار کے درخت کے نیچے مدرسے کا آغاز ہوا، جس کا شہرہ چہار دانگِ عالم میں ہوا۔

مسلم ہندوستان میں تعلیم کی ذمہ داری حکومتِ وقت کی ہوا کرتی تھی اور اس مقصد کے لیے ہر ادارے کے ساتھ کچھ وسائل وقف تھے، لیکن ایسٹ انڈیا کمپنی نے 1828ء میں وہ اوقاف ضبط کر لیے تو تعلیمی شعبہ انحطاط کا شکار ہو چکا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ دارالعلوم کے آغاز میں مالی وسائل نہ ہونے کی وجہ سے یہ تدبیر اختیار کی گئی کہ عوامی چندہ مہم کے ذریعے اس مشن کو مکمل کیا جائے۔ یہ مشورہ بھی مولانا موصوفؒ کا ہی دیا ہوا تھا۔ غالباً عوامی چندہ مہم کا یہ پہلا تجربہ تھا۔ بعدازاں اس طریقۂ کار کے قواعد و ضوابط مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے مدوّن فرمائے۔ اس عمل کو مکمل کرنے کے لیے سب سے پہلے سیّد عابد حسینؒ نے خود مالی قربانی کا مظاہرہ کیا۔ اس سے قبل آپؒ کبھی کسی کے گھر تشریف نہ لے کر گئے، لیکن محض مرکز کے قیام اور اس کی ترقی کے خاطر لوگوں کے گھروں میں رابطہ مہم شروع کی۔ جس کسی کے پاس گئے، اس نے اپنا فخر سمجھا اور بھرپور تعاون کیا۔ یوں نامساعد حالات میں دارالعلوم کی بنیاد رکھی گئی۔ 30/ مئی 1866ء میں قائم ہونے والے اس مرکز کے بانیان میں آپؒ کے ساتھ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، مولانا فضل الرحمٰن عثمانیؒ، مولانا مہتاب علیؒ، نہال احمدؒ اور حضرت شیخ الہندؒ کے والدِ گرامی حضرت مولانا ذوالفقار علیؒ بھی شامل تھے۔ حاجی سیّد عابد حسینؒ دارالعلوم کے سب سے پہلے مہتمم قرار پائے۔ یہ ذمہ داری انھوں نے بڑی جاں فشانی سے سرانجام دی۔ تین بار مہتمم کی ذمہ داری نبھائی جو مجموعی طور پر 10 سال کی مدت بنتی ہے۔

جیسے جیسے دارالعلوم میں تعلیم کی غرض سے طلبا داخل ہونا شروع ہوئے تو انتظام و انصرام کے لیے مجلسِ شوریٰ کا قیام عمل میں لایا گیا۔ آپؒ دارالعلوم کے سرپرست اور مہتمم کے ساتھ ساتھ پہلی مجلسِ شوریٰ کے ممبر بھی منتخب ہوئے۔ دارالعلوم کے طلبا کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیشِ نظر ایک مسجد کے قیام کی ضرورت پیش آئی تو یہ بھی ایک مشکل مرحلہ تھا۔ جو جگہ منتخب کی گئی، ان کی شرط تھی کہ آپ میں سے کوئی اپنا مکان ہمیں دے گا تو جگہ مسجد کے لیے دی جا سکے گی۔ اس موقع پر بھی حاجی عابد حسینؒ نے اپنے مکان اور بیٹھک کو ان کے نام کر دیا۔ اس طرح مسجد کی تعمیر کا یہ مسئلہ بھی موصوف کی بیش قدر قربانی کی بدولت حل ہو گیا۔ اس واقعے کے بعد آپؒ حجاز تشریف لے گئے، جہاں آپؒ کی ملاقات حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ سے ہوئی تو انھوں نے آپؒ کو واپس ہندوستان جا کر دینی کام کرنے کی تلقین فرمائی۔ آپؒ حاجی صاحبؒ کے حسبِ حکم واپس تشریف لائے اور اپنی تمام زندگی مسجد و دارالعلوم دیوبند کی خدمت میں وقف کر دی۔ 60 برس تک آپ کا چھتہ کی مسجد میں قیام رہا اور مستقل مزاجی سے ولی اللّٰہی تحریک کے اس دور میں قائدانہ کردار ادا کرتے رہے۔

نومبر 1913ء میں آپؒ کو بخار اور سینے میں درد کی شکایت ہوئی، جو وقت کے ساتھ ساتھ بڑھتی رہی۔ ۲۷/ ذوالحج ۱۳۳۱ھ / 26/ نومبر 1913ء کو نمازِ عصر کی ادائیگی کے وقت آپؒ کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی اور آپؒ اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ آپؒ کا مزار قبرستانِ قاسمی کے شمال کی جانب واقع ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان کی استقامت اور قربانیوں کو اختیار کرنے اور ان کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین!)

رفتارِ کار   رپورٹ: مولانا عبدالرحیم طاہر، ہارون آباد

تقریبِ رونمائی
مقالاتِ معیشت

ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور کے شعبہ ''رحیمیہ مطبوعات'' کے زیرِاہتمام شائع ہونے والی کتاب ''مقالاتِ معیشت'' کی تقریبِ رونمائی مؤرخہ ۳۰/صفرالمظفر ۱۴۴۵ھ/17/ستمبر 2023ء بروز اتوار بعد نماز ظہر ادارہ کے السعید بلاک کے مسجد ہال میں منعقد ہوئی۔ تقریب کی نظامت مولانا محمد عباس شاد نے کی۔ مولانا قاری محمد اسلم نے تلاوتِ کلامِ پاک سے تقریب کا آغاز کیا، جب کہ مولانا قاری محبوب الرحمٰن انور نے نعتِ رسولِ مقبول ﷺ پیش کی۔ ''مقالاتِ معیشت'' ادارہ رحیمیہ کے ناظم اعلیٰ حضرتِ اقدس مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری مدظلہ (صدر نشین سلسلۂ عالیہ رحیمیہ قادریہ رائے پور) کے مختلف اوقات میں تحریر کردہ آٹھ مقالات پر مشتمل کتاب ہے، جن میں سے تین کا تعلق پاکستان کی تین معروف پبلک یونیورسٹیز میں دیے گئے خطابات سے ہے، جن کی بعدازاں تدوین کی گئی۔ ایک مقالہ حضرت مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ کے ذکر کردہ ''قرآنی اُصولِ معاشیات'' کی توضیح وتشریح اور مفید اضافات پر مشتمل ہے۔

اس تقریب میں صاحبِ کتاب کے علاوہ ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن (سرپرست ادارہ)، مولانا مفتی عبدالمتین نعمانی (صدر ادارہ)، مولانا مفتی محمد مختار حسن (ڈائریکٹر ایڈمن ادارہ)، مولانا مفتی عبدالقدیر (ڈائریکٹر اکیڈیمکس ادارہ)، ڈاکٹر عبدالرحمٰن راؤ (ڈائریکٹر فنانس) اور مولانا مفتی محمد اشرف عاطف (استاد تخصص) مدظلہم سمیت ملک بھر سے تشریف لائے ہوئے علما، وکلا، انجینئرز، ڈاکٹرز، پروفیسرز اور طلبا نے شرکت کی۔

اس تقریبِ سعید میں اظہارِ خیال کرتے ہوئے ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن نے کہا کہ:

''نظامِ معیشت کی اہمیت صالح دینی اجتماعی نظام میں مسلّم ہے۔ اس لیے اسلام نے عبادات کی قبولیت کے لیے بنیادی شرائط میں حلال رزق کا ہونا لازمی جزو قرار دیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے صالح نظامِ معیشت کی نہ صرف اہمیت اُجاگر کی بلکہ اس پر مدینہ منورہ میں عملی نظام بھی قائم کیا، جس کو خلفائے راشدینؓ نے عالمی حیثیت دی۔ دورِ زوال میں جب معاشی نظام میں بگاڑ پیدا ہوا تو حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے اپنے دور کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے دیگر پہلوؤں کے ساتھ ساتھ نظامِ معیشت پر بھی جامعیت کے ساتھ رہنمائی فرمائی۔ شاہ صاحبؒ کا یہ فکر وقت کے ساتھ ساتھ ہمارے اکابرین کی کاوشوں سے ہم تک پہنچا۔ زیرِنظر کتاب میں اس فکر کو مزید وضاحت کے ساتھ اور درپیش معاشی چیلنجز کے تناظر میں جدید اُسلوبِ تحریر کے مطابق مکمل حوالہ جات کی تخریج اور تحقیق کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ امید ہے کہ اس کے مطالعے سے ذہنوں کو علمی اور شعوری رہنمائی حاصل ہوگی''۔

اس تقریب میں صدر ادارہ مولانا مفتی عبدالمتین نعمانی نے اپنے خطاب میں امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے حوالے سے بتایا کہ:

''نبی اکرم ﷺ کی بعثت کے وقت سماج میں دو خرابیاں تھیں: ایک: ظلم پر مبنی سیاسی نظام اور دوسرا: جبر اور ناانصافی پر مبنی معاشی نظام، جب کہ دینِ اسلام کے جامع نظامِ حیات ہونے کا لازمی تقاضا ہے کہ معاشرے میں صالح اقدار کو غالب کرنے والا اور بھوک وافلاس ختم کرنے والا معاشی نظام قائم کیا جائے''۔

مفتی نعمانی صاحب نے حضرت آزاد رائے پوری مدظلہٗ کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے مزید کہا کہ: ''حضرت آزاد مدظلہٗ نے امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی تعلیمات کی روشنی میں معاشی موضوع پر مقالات مرتب کر کے نسلِ نو کے لیے دینی فکر کی روشنی میں معاشی نظاموں کی سمجھ بوجھ حاصل کرنے کا قابلِ قدر کام کیا ہے۔ یہ کتاب نوجوانوں میں ولی اللّٰہی فکر کو مدِنظر رکھتے ہوئے نظامِ معیشت کو سمجھنے میں اہم کردار ادا کرے گی''۔

ان کے بعد مولانا مفتی محمد مختار حسن نے کتاب کے حوالے سے اظہارِ خیال کرتے ہوئے کہا کہ: ''حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ کی شاہکار کتاب ''اسلام کا اقتصادی نظام'' کے بعد آج کی دنیا کو جن نئے معاشی چیلنجز کا سامنا ہے، اس کے لیے ''مقالاتِ معیشت'' جیسی کتاب کی ضرورت محسوس کی جارہی تھی''۔ انھوں نے ''مقالاتِ معیشت'' کو مولانا سیوہارویؒ کی کتاب ''اسلام کا اقتصادی نظام'' کا تتمہ قرار دیا۔

تقریب کے آخر میں صاحبِ کتاب حضرت اقدس مولانا مفتی شاہ عبدالخالق آزاد رائے پوری مدظلہ نے اپنے خطاب میں کتاب ''مقالاتِ معیشت'' کو حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کے فیضان وتوجہات کا نتیجہ قرار دیتے ہوئے کہا کہ:

''حضرتِ اقدسؒ نے اپنی زندگی کے ساٹھ سال ایسی فکری اور شعوری اجتماعیت کی تیاری میں صَرف کردیے جو صالح اور عادلانہ معاشی نظام اور سیاسی حریت کا نظریہ رکھتی ہے۔ حضرت اقدسؒ نے اپنی جماعت کے افراد کی صلاحیتوں کو نکھارا، ان میں نظم وضبط پیدا کیا اور جماعت کی تعلیم وتربیت کے لیے امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی تعلیمات کو بنیادی جزو قرار دیا''۔ حضرت مولانا آزاد رائے پوری نے خطاب کرتے ہوئے بتایا کہ انھوں نے حضرت اقدس رائے پوری رابعؒ کی رہنمائی اور توجہ دلانے پر ولی اللّٰہی علوم وافکار پر تحقیقی کام کا آغاز کیا تھا۔ چناں چہ اسی تسلسل میں رائے پور میں قیامِ رمضان (1992ء) کے دوران نظامِ معیشت میں معاشی محنت کی اہمیت پر چالیس احادیثِ نبویہؐ جمع کرنے کا موقع ملا۔ ان چہل احادیث کی بنیاد پر دینِ اسلام میں معاشی نظام میں محنت کی عظمت کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ: ''دور کے تقاضوں کے مطابق مزید تحقیق کر کے پیش آمدہ مسائل کے چیلنجز کو سمجھنا اور ان مسائل کے جامع حل اور اس کے جامع دلائل پیشِ نظر رکھنا بہت ضروری ہیں، تاکہ نوجوانوں میں آج کے دور کو مدنظر رکھتے ہوئے معاشی نظاموں کی اہمیت اور شعور پیدا کیا جائے''۔

تقریب کے اختتام سے قبل حضرت آزاد رائے پوری مدظلہ نے مولانا مفتی عبدالقدیر (ڈائریکٹر اکیڈیمکس ادارہ) کے دو صاحبزادوں مولانا محمد اُسامہ اور مولانا محمد حذیفہ کا نکاح پڑھایا۔ اس کے بعد حضرت مدظلہ کے دستِ مبارک سے سینئر احباب نے کتاب ''مقالاتِ معیشت'' کے نسخے وصول کیے۔ تقریب کا اختتام صاحبِ کتاب حضرت آزاد رائے پوری مدظلہ کی دعا کے ساتھ ہوا۔

Monthly RAHIMIA Lahore CPL No. 59

بقیہ خلافتِ بنوعباس کے بانیان

تین سو سال کے بعد پہلی مرتبہ اس طرح کے واقعات اور بے سروپا باتیں خطیب بغدادی نے بغیر تحقیق کے لکھی ہیں، جن کو مفاد پرست لے اُڑے اور آج ان خلفا کو بدنام کرنے کے لیے اس طرح کی بے بنیاد باتیں زبانِ زدِ عام ہیں۔

علامہ ابن خلکانؒ نے ''وفیات الاعیان'' میں امام اعظمؒ کے احوال کے تحت خطیب بغدادی کی ان بے سروپا باتوں کی تردید کی ہے اور لکھا ہے کہ ان جیسے شخص سے اس طرح کی غیرتحقیق شدہ باتیں قطعاً موزوں نہیں تھیں۔ خطیب بغدادی کی ان بے اصل باتوں کے رد میں سلطان ابوبکر الملک مظفر بن ایوب کا ایک رسالہ ''التّهم المصيب في الرّدّ على الخطيب'' بھی لائقِ مطالعہ ہے۔ یہ رسالہ نابلس کے محاصرے کے دوران سلطان نے لکھا، جس سے ان کے استحضارِ علمی کا اندازہ بھی لگایا جا سکتا ہے۔ امام اعظمؒ کے متعلق ''تاریخ طبری'' کے مصنف نے بھی عہدۂ قضا کے پیش کرنے کا لکھا ہے، مگر ان کی روایتوں میں ایسی کوئی روایت نہیں جس میں امام صاحبؒ کو قید کرنے کا' یا ہتکِ عزت وحرمت کا کوئی شائبہ تک وقوع پذیر ہوا ہو۔

امام صاحبؒ کی شخصیت ایسی نہیں تھی کہ انھیں قاضی القضاۃ بنا کر ان کی صلاحیتوں کو محدود کر دیا جاتا، بلکہ ابوجعفر منصور قدر شناس وعلم پرور خلیفہ نے ان کے ذمے یہ خدمت سپرد کی کہ وہ قرآن وحدیث کی روشنی میں اُمت کے لیے مملکت کو چلانے کے لیے ایک فقہی دستور مرتب کریں، جس کے مطابق خلافت کے اُمور چلائے جائیں۔ چناں چہ اسلام کا سب سے پہلا فقہی دستور اور نظام اس شان سے مرتب ہوا، جسے ہم ''فقہ حنفی'' سے تعبیر کرتے ہیں۔ پھر آپؒ کے شاگردوں کو اُمورِ مملکت چلانے کے لیے اہم مناصب تفویض کیے گئے۔ عالمِ اسلام کے تین چوتھائی حصے پر اسی دستور کی حکمرانی رہی ہے۔

بقیہ ڈالر کی آنکھ مچولی

گویا کرنسی مارکیٹس پر کریک ڈاؤن کے مطلوبہ اثرات نظر نہیں آرہے۔ پیداوار میں کمی کی وجہ سے ٹیکس وصولی ٹارگٹ سے کم ہوئی ہے، جس کا مطلب خسارے میں اضافہ ہے اور جو بالآخر مہنگائی کا پیش خیمہ بنے گا۔ اگر چند ماہ کے اندر ان اُمور پر بہتری نہ لائی گئی تو مندرجہ بالا حکومتی اقدامات تباہ کن نتائج کے حامل ہوں گے۔

خوش خبری

مقالاتِ معیشت

از مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری مدظلہ کا نظرِ ثانی کے بعد دوسرا ایڈیشن شائع ہو چکا ہے۔

کتاب منگوانے کے لیے درجِ ذیل نمبر پر رابطہ کیجیے:

حافظ محمد شفیق 0321-6455369

دینی مسائل

اس صفحے پر قارئین کے سوالات کے جوابات دیے جاتے ہیں!

از حضرت مفتی عبدالقدیر شعبۂ دارالافتا ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

سوال عورتوں کا اپنے قریبی عزیز کی قبر پر دعا کے لیے قبرستان جانا شرعاً کیسا ہے؟

جواب عورتوں کا اپنے محرم (شوہر، باپ، بھائی، بیٹا وغیرہ) کے ہمراہ قبر کی زیارت کے لیے قبرستان جانا جائز ہے۔ بہتر یہ ہے کہ نہ جائیں۔ مگر جانا بھی گناہ نہیں ہے کیوں کہ حضرت عائشہؓ اپنے بھائی عبدالرحمان کی قبر پر زیارت کے لیے گئی تھیں۔

(کفایت المفتی، ج:4، ص:183)

سوال ٦ محرم الحرام یا مخصوص دنوں میں قبروں کی لپائی و درستگی کے لیے جانے کا کیا حکم ہے؟

جواب قبر کی کسی بھی وقت ضرورت کے پیش نظر درستگی کے لیے جانا جائز اور مستحب عمل ہے، لیکن کسی مخصوص مہینے و ایام میں اس کا اہتمام والتزام کرنے کی از رُوئے شرع کوئی اصل نہیں ہے، بلکہ یہ عجمی تہذیب پر مبنی ایک مروّج عمل ہے، جس سے بچنا چاہیے۔

سوال میرے پھوپھی زاد بھائی کو فالج ہو گیا ہے، جس کی وجہ سے وہ اُٹھنے بیٹھنے سے قاصر ہیں۔ انھیں دل کی تکلیف بھی ہے۔ بیماری کی حالت میں وہ اپنا جسم پاک بھی نہیں رکھ سکتے۔ چھوٹے پیشاب پر قابو نہیں رکھ سکتے۔ ایسی حالت میں نماز کا کیا حکم ہے؟

جواب جب مریض کو ہر وقت پیشاب ٹپکتا ہے تو شرعاً وہ معذور ہے، اس کو نماز معاف نہیں، بلکہ ہر نماز کے وقت جدید وضو/ تیمّم کر کے (اگر ممکن ہو تو پاک کپڑے بدل کر) فرض، واجب، سنت اور نفل نماز جتنی چاہے پڑھے، بحالتِ نماز پیشاب کا قطرہ ٹپک جائے اور کپڑے پر بھی لگ جائے تو معذور ہونے کی وجہ سے شرعاً معاف ہے۔ نماز معاف نہیں ہے۔

سوال میری والدہ رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں اعتکاف بیٹھی تھیں۔ دورانِ اعتکاف میری والدہ کے بھائی (میرے ماموں) کا انتقال ہو گیا۔ جس کی وجہ سے ان کو اعتکاف توڑنا پڑا۔ اس کی قضا کی کیا صورت ہو گی؟ کیا ماہِ رمضان کے علاوہ بھی اس کی قضا ہو سکتی ہے؟

جواب اگر اعتکاف مسنون تھا تو اس کی قضا لازم نہیں ہے۔ اگر اعتکاف واجب تھا کہ نذر مانی ہوئی تھی تو اس کی قضا ضروری ہے۔ مثلاً رمضان کے آخری عشرے کے اعتکاف کی نذر مانی تھی تو اب پورے سال میں رمضان کے علاوہ اس کی قضا ہو سکتی ہے۔ یاد رہے کہ اعتکاف کی قضا میں روزہ رکھنا بھی ضروری ہو گا۔

سوال اگر امام قعدہ اخیرہ میں ہو، اسی دوران کوئی شخص آ کر امام کی اقتدا میں شامل ہو کر بیٹھ جائے، اس کے بیٹھتے ہی امام صاحب نے سلام پھیر دیا تو یہ شخص اپنی بقیہ نماز پوری کرنے کے لیے فوراً کھڑا ہو یا التحیات پوری کرنے کے بعد کھڑا ہو؟

جواب مقتدی کو تشہد پورا کر کے کھڑا ہونا چاہیے۔ کیوں کہ امام کی متابعت میں اس پر تشہد واجب ہو گیا ہے۔

مدیرِ اعلیٰ مفتی عبدالخالق آزاد طابع وناشر نے اے۔ جے پرنٹرز 28/A نسبت روڈ لاہور سے چھپوا کر دفتر ماہ نامہ ''رحیمیہ'' رحیمیہ ہاؤس 33/A کوئینز روڈ لاہور سے جاری کیا۔